جماعت احمدیہ قادیان کا شاندار یوم التبلیغ

قادیان یکم نومبر۔ آج یوم التبلیغ کے موقعہ پر مقامی جماعت احمدیہ نے غیر احمدیوں میں شاندار طریقہ سے تبلیغ احمدیت کی۔ انتظام کی صورت یہ تھی کہ تمام دفاتر اور مرکزی سکولوں میں رخصت کی گئی۔ اور کاروباری دوستوں نے اپنے کاروبار بند کر کے صبح سے شام تک تبلیغ کی۔ تمام محلہ جات کے سیکرٹریان تبلیغ کو قبل از وقت مختلف جہات کے دیہات تقسیم کر دیے گئے تا کہ آبادی کے لحاظ سے وہاں مبلغین بھیجے جا سکیں۔ صبح سویرے تمام محلہ جات کے دوست اپنی اپنی مسجد میں جمع ہوئے اور بعد دعاء وفود کی صورت میں جن پر ایک ایک امیر مقرر تھا اعلائے کلمۃ الحق کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس موقعہ پر نظارت دعوۃ تبلیغ کی طرف سے ایک ٹریکٹ بعنوان "آسمانی آواز" یعنی "آنے والے عذابوں کے متعلق انذار" شائع ہوا۔

وفود کے امراء کو ان کے دیہات کی آبادی کے مطابق یہ ٹریکٹ دیئے گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سا تبلیغی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ مبلغین نے خواندہ طبقہ میں ٹریکٹ تقسیم کئے اور ان پڑھ طبقہ کو پڑھ کر سنائے۔ بعض دیہات میں انفرادی تبلیغ کی گئی۔ اور بعض میں مجمع میں بیٹھ کر۔ بعض دیہات کے لوگوں نے جو احرار کے گندے پروپیگنڈا سے ابھی تک متاثر ہیں مبلغین سے بدسلوکی کی۔ مگر انہوں نے ہر ایک ایسے موقعہ پر صبر اور تحمل کا نمونہ دکھایا۔ قادیان کے ارد گرد دس بارہ میل کے حلقہ میں تبلیغ کی گئی۔ بعض دوست سائیکلوں پر بھی دور کے دیہات میں گئے۔ بعض نے ریل گاڑی میں سفر کر کے فرض تبلیغ ادا کیا۔

مہتمم صاحب نشر و اشاعت نے بعض دیہات زیر تبلیغ کا بذریعہ سائیکل بغرض معائنہ دورہ کیا۔ اور مفید ہدایات برائے تبلیغ دیتے رہے۔ بعض اصحاب نے مرکز میں تبلیغ کی۔

احمدی خواتین نے بھی تبلیغ میں حصہ لیا اور ڈیڑھ صد پرچے مصباح کے تقسیم کئے۔ تقریباً ۵ میں تبلیغ کی گئی۔ چونکہ تمام احباب تبلیغ کے لئے دیہات میں چلے گئے تھے اس لئے مختلف محلوں میں پہرہ کا انتظام نیشنل لیگ کور کے سپرد تھا۔ (الفضل)

مجاہدین امریکہ جہاز پر سوار ہو گئے

بمبئی ۳۱ اکتوبر۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر بی۔ اے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ایم۔ اے اور وہ جہاز پر سوار ہو گئے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہر دو مجاہدین کو بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچائے آمین ثم آمین۔

کچھ اپنی نسبت

شکریہ احباب دکن

مَیں جون میں بیمار ہو کر سکندر آباد دکن چلا گیا تھا۔ سکندر آباد اور حیدر آباد کے احباب نے میرے ساتھ جس قسم کا سلوک کیا وہ میرے قلب پر نقش فی الحجر کی طرح منقوش ہے چونکہ ان ایام میں الحکم معرض التوا میں تھا اس لئے میں اپنے تشکر اور امتنان کے جذبات ظاہر نہ کرسکا

اب جبکہ الحکم احباب کے پاس پہنچ رہا ہے اور مجھے قلم پکڑنے کی بھی توفیق مل رہی ہے۔ میں حسب ذیل حضرات کا خاص طور پر بذریعہ اخبار شکریہ ادا کرکے اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب بمع تمام کنبہ کے۔
(۲) جناب سیٹھ ابراہیم بھائی صاحب ابدآل بمع اپنی صاحبزادی اور نواسی کے۔
(۳) سیٹھ فاضل بھائی الہ دین صاحب
(۴) سیٹھ علی محمد صاحب
(۵) حکیم سید میر سعادت علی صاحب
(۶) محترمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آباد
(۷) سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آباد
(۸) سیٹھ معین الدین صاحب حیدر آباد
(۹) نواب اکبر یار جنگ بہادر
(۱۰) ممبران نیشنل لیگ حیدر آباد
(۱۱) مولوی محمد لقمان صاحب

ان تمام احباب نے میری آمد ورفتگی حیدر آباد پر ہر ممکن طریقہ سے میری عزت افزائی کی۔ اور میری صحت کے لئے ہر قسم کی توجہ کو کام میں لائے۔ ان کی محبت اور مہربانی نے میرے دل کو جذبہ امتنان سے پُر کر دیا۔ مَیں آج بذریعہ اخبار اپنے قلبی شکریہ کو پہنچانا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ میرے شکریہ کو قبول فرمائینگے

ان کے سوا بہت سے میرے ایسے احباب نے جو ہمارے سلسلہ سے تعلق نہیں رکھتے اس سفر میں میری ہر طرح سے عزت افزائی فرمائی۔ مجھے دعوتیں اور پارٹیاں دیں اور مجھے ہر طرح خوش وخرم دیکھنے کے متمنی رہے مَیں ان کا شکریہ بھی قلبی طور پر ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اور ایسے احباب میں مندرجہ ذیل احباب کے اسماء گرامی بہت نمایاں ہیں۔

(۱) جناب خان بہادر احمد الہ دین صاحب بمع اپنے تمام کنبہ کے۔
(۲) جناب سیٹھ قاسم علی الہ دین صاحب بمع اپنی والدہ محترمہ کے۔
(۳) جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر
(۴) جناب نواب نذیر نواب جنگ بہادر
(۵) جناب نواب خیر نواز جنگ بہادر
(۶) نواب محمد اکرام خانصاحب بہادر
(۷) جناب حکیم خسرو شاہ صاحب نظامی۔ خلف الرشید لقمان الملک حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری نابینا صاحب
(۸) پروفیسر ڈاکٹر ظہیر الدین احمد خاں ایم۔ اے پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔
(۹) پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق صاحب ایم۔ اے پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔
(۱۰) پروفیسر خواجہ قطب الدین صاحب ایم اے پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔
(۱۱) پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔
(۱۲) جناب سید عبدالکریم صاحب حسینی موجد اردو نستعلیق ٹائپ واسسٹنٹ ڈائرکٹر عثمانیہ پریس
(۱۳) جناب مرزا اسلم بیگ صاحب ماہر خطوط ہائی کورٹ حیدر آباد
(۱۴) جناب مرزا رفیق بیگ صاحب دہلوی

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں پر اپنے فضلوں کی بارشیں نازل فرمائے اور میری طرف سے خود جزائے خیر دے

(محمود احمد عرفانی)

آلِ عرفانی میں ایک مبارک اضافہ

انہی ایام میں جبکہ مَیں ریاست حیدر آباد میں گیا ہوا تھا اور "الحکم" معرض التوا میں تھا اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص فضلوں کے ماتحت مجھے تیسرا لڑکا عطا فرمایا۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس بچہ کا نام کلیم احمد تجویز فرمایا۔ اور جیسے کہ حضرت عرفانی کبیر نے عرفانی کا لفظ اپنے خاندان کے ہر فرد کے نام کے ساتھ اضافہ کرنا لازمی قرار دیا ہوا ہے وہ کلیم احمد عرفانی ہوا۔

چونکہ "الحکم" اس وقت شائع نہیں ہو رہا تھا اس لئے اس مولود کا ذکر اخبار کے صفحات پر محفوظ نہیں ہو سکا۔ نیز ہمارے خاندان کے تمام بچوں کی تاریخ پیدائش الحکم میں شائع ہوتی رہی ہے اس لئے مَیں نے ضروری سمجھا کہ کلیم احمد کا ذکر اگرچہ دیر ہی سے کیوں نہ ہو مگر میں شائع کردوں۔ اور اس طرح ان تمام احباب سے اس بچے کے لئے درخواست دعا بھی کروں تا خدا تعالےٰ اسے دین اور دنیا میں وجیہہ اور نافع الناس بنائے

کلیم احمد ۷ اگست ۱۹۳۶ء کو بوقت ایک بجے شب پیدا ہوا تھا جو ۷ نومبر ۱۹۳۶ء کو اس نوٹ کے شائع ہونے کے وقت خدا تعالےٰ کے فضل سے تین ماہ کا ہو جائے گا۔ فالحمد للہ ربّ العالمین

(محمود احمد عرفانی)

نمبر وصیت ۱۶۷۱/۴

مسکہ مہر الدین ولد الٰہی بخش قوم ملاح پیشہ کاشتکاری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت جون ۱۹۰۲ء ساکن فیض پور ڈاکخانہ رعیہ خاص تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد چار بیگہ زمین ہے۔ جسکی قیمت مبلغ ۴۰۰ روپیہ ہے میں اپنی جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اپنی آمدنی کے حصہ آمد وصیت مبلغ ۴ روپیہ سالانہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر میری کوئی اور جائداد میرے فوت ہونے کے بعد ثابت ہو جائے۔ تو اس کے دسویں حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف ہوگی۔ اس واسطے آج مورخہ ۱۶/۱۰/۳۶ کو وصیت لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے۔

العبد
نشان انگوٹھا مہر الدین ولد الٰہی بخش۔

گواہ شد ۔۔۔ گواہ شد
سید حسین علی شاہ ۔۔۔ غلام رسول احمدی چھٹی رساں
ساکن علیوال ۔۔۔ سب ڈاکخانہ رعیہ خاص تحصیل نارووال بقلم خود

درخواست دعا

منشی حبیب احمد صاحب سابق کاتب الحکم کی بچی آنکھوں کے ورم اور ککروں کے جوش کیوجہ سے تقریباً ایک ماہ سے سخت تکلیف اٹھا رہی ہے وہ احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ احباب ان کی بچی کے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ اسکو شفا دے

خریداران الحکم نوٹ کرلیں

۱۹۳۶ء ختم ہونے سے قبل تمام بقائے صاف ہونے ضروری ہیں۔ اسلئے وی۔ پی آرہے ہیں۔ احباب وصول فرماکر مشکور فرمائیں۔

(محمود احمد عرفانی)

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات

حضرت میر مہدی حسین صاحب موج کے قلم سے

(۲)

(۱۰)

جن ایام میں کتاب چشمۂ معرفت چھپ رہی تھی اور اس کا کام میری نگرانی میں تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب لاہور سے قادیان آئے۔ اور مجھ سے کہا کہ جسقدر کتاب چھپی ہے مجھے دکھلاؤ۔ میں نے ان کو ایک نسخہ مکمل کر کے دیا اور یہ تاکید کی کہ بجز آپ کے اور کہیں یہ نسخہ نہ جائے۔ خواجہ صاحب نے مجھے کہا کہ اس میں سے یہ فرمہ (جس میں لاجپت رائے کے متعلق لکھا ہے کہ بعض کو گورنمنٹ نے مانڈلے کے قلعے کی سیر کرائی) نکال دو۔ اور اسکی لکھائی اور طباعت اور کاغذ کا خرچ میں دوں گا۔ صرف ایک سطر نہ لکھی جائے ورنہ مقدمہ دائر ہو جائے گا۔ میں نے کہا۔ یہ ایک نبی کے قلم سے نکلی ہوئی عبارت ہے۔ اس کو کسی طرح نکالا نہیں جاسکتا۔ یہ ایک گستاخی ہے اور نبی کی ہتک ہے۔ تو خواجہ صاحب نے کہا اچھا۔ حضرت اقدس سے پوچھ کر نیا فرمہ لکھوالو۔ میں نے کہا۔ میں تو یہ بھی بے ادبی سمجھتا ہوں کہ ایک نبی کو اپنی تحریر میں اصلاح کے لئے مشورہ دوں خواجہ صاحب نے کہا کہ میری طرف سے عرض کر دو کہ عبارت خطرناک ہے۔ میں نے کہا۔ یہ بھی نہیں کر سکتا۔ البتہ حضرت اقدس کو دروازہ پر دستک دیتا ہوں۔ حضور تشریف لادیں تو خود عرض کر لینا۔ اس پر خواجہ صاحب راضی ہوئے اور میں نے کنڈی کھٹکھٹائی تو حضور انور معاً تشریف لے آئے۔ مجھ سے پوچھا کیوں جی کیا ہے میں نے عرض کی کہ حضور میں تو یہ عرض کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ اس کتاب سے نصف سطر کے قریب یہ عبارت نکال دو۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ **خواجہ صاحب بیوقوف ہیں خواجہ صاحب بزدل ہیں۔** خواجہ صاحب مسجد مبارک کے دروازے میں سن رہے تھے۔ جلدی سے آکر کہنے لگے حضور یہ تو ایک وکیل کے متعلق حضور نے لکھا ہے اور وہ واپس آکر فوراً لائبل کر دیگا حضور نے بڑی دلیری سے فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں۔ بیشک کرے خدا تعالےٰ کوئی اور نشان دکھلائے گا۔ ہم اپنی عبارت کاٹ نہیں سکتے۔ خواجہ صاحب شرمندہ ہو کر رہ گئے اور کتاب شائع ہو گئی اس وکیل کو معلوم بھی نہ ہوا یا کر نہ سکا اور وہ فقرات کتاب میں اسی طرح موجود ہیں۔

(۱۱)

حضور علیہ السلام نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لئے ایک فہرست لکھ کر دی۔ جب میں چلنے لگا تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دیکر کہا کہ دو بوتل برانڈی کی میری اہلیہ کے لئے پلومر کی دکان سے لیتے آویں میں نے کہا کہ اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤنگا پیر صاحب فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں گئے اور کہا کہ حضور مہدی حسین میرے لئے برانڈی کی بوتلیں نہیں لائیں گے حضور ان کو تاکید فرمادیں حقیقتاً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا اس پر حضور اقدس نے مجھے بلا کر فرمایا کہ "میاں مہدی حسین۔ جب تک تم برانڈی کی بوتلیں نہ لے لو۔ لاہور سے روانہ نہ ہونا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب میرے لئے لانا لازمی ہے میں نے پلومر کی دوکان سے دو بوتلیں برانڈی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لادیں۔ ان کی اہلیہ کے لئے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوگی یہ ہیں برانڈی اور ادویات کے شگوفے جن کو لوگ حضرت اقدس کی طرف منسوب کر کے شور مچاتے ہیں کہ اپنے استعمال کے لئے منگوائی تھیں۔

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

اپنے لئے آپ نے مشک کئی مرتبہ مجھ سے منگوائی جو ستائیس روپے تولہ کے قریب لاہور سے ملتی تھی اور جسکی خوشبو سے آپکے کپڑوں سے بوقت تشریف آوری مسجد کے کمرہ مسجد عنبریں ہو جاتا اور ہم نہایت محظوظ ہوا کرتے۔ بر دِ اطراف کی آپکو بیماری بھی اس کے لئے بعض وقت اینٹیں گرم کر کے آپ کی ٹانگوں اور اطراف میں ہم لگایا کرتے تھے اور آپ کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا۔ اینٹیں بھی پختہ ہوتی تھیں کپڑوں سے پکڑ کر آپ کے جسم مبارک پر لگاتے مگر آپ کو معلوم نہ ہوتا تھا اس لئے مشک طلب کیجاتی تھی اور آپ کے جسم کو گرمی پہنچائی جاتی تھی یہ تفریحاً نہ تھی بلکہ ضرورتاً استعمال ہوتی تھی۔

(۱۲)

مشک خریدنے کے لئے ایک مرتبہ حضور نے سنہ۳۰ حضرت مولوی صاحب خلیفۃ المسیح اوّل سے قرض لئے اور مجھے فرمایا کہ **مشک کی ضرورت ہے اور روپیہ ہم نے قرض لیا ہے آپ جلدی مشک لے آویں بردِ اطراف کا خطرہ ہے خبر نہیں کس وقت ضرورت پڑ جائے۔** میں یہاں سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی معیت میں لاہور کو روانہ ہوا۔ مولوی صاحب نے پہلی مرتبہ اپنی اہلیہ کو لانے کے لئے وطن جانا تھا۔ میں نے لنگر خانہ سے مولویصاحب کے اور اپنے لئے قریباً دس روٹیاں لے لیں۔ مولوی صاحب لنگر سے کھانا کھاتے تھے آپ کو صرف عنہ ماہانہ ملا کرتے تھے۔ جب ہم بٹالہ پہنچے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ بازار سے پکوڑے روٹی کے ساتھ کھانے کے لئے لے لیں۔ میں نے عرض کی کہ مجھے تو ضرورت نہیں۔ (میں پہلے ہی نخود کی چیز نہیں کھایا کرتا تھا اب تک بھی نہیں کھاتا) مولویصاحب کے لئے ایک پیسہ کے پکوڑے لے لئے۔ میں اور مولوی صاحب یکہ پر ہی سوار تھے اس وقت ایک شخص نے مجھے تین روپے دیئے کہ فلاں شخص کو لاہور میں دے دینا۔ میں اس وقت یکہ پر سوار ہی روٹی کھاتا رہا مولوی صاحب نے بھی وہیں روٹی کھائی مگر ایک روٹی اور ایک پکوڑا میری طرف کیا کہ یہ آپ کھالیں میں نے مولوی صاحب کو فرشتہ سمجھ کر آپ کا دیا ہوا پکوڑا اور روٹی لے لی۔ اور کھانا شروع کیا۔ میں نے سوچا کہ روٹی کھالوں اور پکوڑا پھینک دوں کیونکہ مجھے اسکی جناب الہٰی سے ممانعت تھی۔ مگر میں نے سمجھا کہ مولویصاحب نے پکوڑے کھائے ہیں انکی تقلید میں اور تبرک بنا کر کھالیتا ہوں پکوڑے کا کھانا تھا کہ میرے حواس خطا ہو گئے اور وہ تین روپے جو کسی شخص نے بٹالہ میں لاہور کے لئے دیئے تھے وہ اسی یکہ پر ہی گر گئے اور میں نے بزعم خود بٹوے میں داخل کر دیئے۔ میں نے سمجھ لیا کہ میری حالت اب درست نہیں ہے۔ جب ہم امرتسر پہنچے تو ہم اسٹیشن

پر ایک بجے رات تک بیٹھے رہے آگے جانے والی گاڑی دیر سے آئی۔ میں نے مولوی صاحب کو تو سلا دیا اور خود جاگتا رہا۔ اور مولوی صاحب ۱۲ بجے کے قریب اُٹھ بیٹھے اور مجھے کہا کہ اب آپ سو رہیں۔ اسٹیشن پر سونا تو منع تھا کیونکہ ٹکٹ نقرۃ کا تھا اس خیال سے کہ پھر ہمیں اندر آنے میں دیر لگے گی۔ مولوی صاحب کو کہا کہ آپ مطمئن رہیں کوئی دقت نہ ہو گی یعنی یہاں کوئی نہ آئیگا۔ جب میں سونے لگا تو یہ شعر میری زبان سے جاری ہوا

مہماں کو وہ اپنے ساتھ لایا ٭ پر جیتے جی کچھ نہ اسکو سمجھایا

اس سے بھی میں نے طرز کلام سے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ بوجہ اس پکوڑے کھانے کے مجھ سے ناراض ہو گیا ہے میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ اگر کوئی ٹکٹ دیکھنا چاہے تو کہدیں کہ اسکے پاس ہے اور یہ سوتا ہے تھوڑی دیر میں گاڑی آگئی اور ہم دونو سوار ہو کر لاہور پہنچ گئے مولوی صاحب آگے چلے گئے اور میں شہر میں بابو تاج دین صاحب کے مکان پر پہنچا انہوں نے کواڑ کھول کر مجھے کہا۔ آپ بیٹھک میں ہی سو رہیں۔ میں نے روپوں کا بٹوا اُنکو دیدیا اور اُنہوں نے اندر کیطرف جو طاق دروازہ میں تھا اسی طرح اس میں رکھ دیا۔ جب میں صبح کو اُٹھا اور بٹوا مانگا اور روپیہ شمار کیا تو صرف تیس روپے اس میں سے نکلے۔ بٹالہ والے روپے اس میں نہ تھے میں نے کہا کہ اس میں سے تین روپے کم ہیں۔ بابو صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو کھولا نہیں۔ گنا نہیں اسطرح رکھ دیا تھا اور بجنسہ آپ کو دیدیا ہے مجھے یاد آگیا۔ کہ بٹالہ میں یہ نقصان ہوا ہے۔ لاہور سے بھی چلتے وقت مجھے ایک شخص نے مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے لئے تین روپے دیدیئے۔ میں نے واپس آکر حضور سے عرض کی کہ حضور! لاہور پہنچکر بٹوے میں سے تین روپے کم ہو گئے آپ نے فرمایا کہ آپ ذمہ وار تھے میں نے آپ کو گنوا کر روپیہ حوالہ کیا تھا اور مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح اول) سے قرض لیکر دیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا خیر یہ آپ کا کام ہے میں نے کہا جسکی غلطی سے یہ روپیہ ضائع ہوا ہے میں اس سے لیکر دیدونگا۔ میری مراد اس سے مولوی شیر علی صاحب تھے۔ جب وہ واپس تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آپ نے مجھے بٹالہ میں پکوڑا کھلایا تھا جس سے تین روپے میرے ہاتھ سے گر گئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جس دن مجھے تنخواہ ملے گی میں تین روپے آپ کو دے دونگا چنانچہ مولوی صاحب نے بلا میری تاکید کرنے کے تین روپے اپنی تنخواہ میں سے مجھے دے دیئے میں نے وہ روپے لیکر حضور کے پیش کر دیئے اور کہا کہ حضور جس شخص کی غلطی سے اس روز تین روپے کا نقصان ہوا تھا اُس نے مجھے یہ تین روپے لا دیئے ہیں حضور اس وقت فرش پر تشریف فرما تھے اور میں بھی پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے نہایت سادگی سے فرمایا کہ وہ روپے تو ہم نے آپ کو معاف کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ حضور میں کسی دوسرے شخص سے لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں جی ہم نے وہ آپ کو معاف کر دیئے ہیں میں اُٹھ کر پھر مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا لیجئے وہ روپے۔ حضور نے معاف کر دیئے ہیں آپ روپے لے لیں۔ مولوی صاحب نے لے لیئے۔ مجھے حضرت اقدس کی تنگی کا علم تھا کہ تیس روپیہ قرض لیکر دیئے تھے مگر اس فراخدلی پر جو میرے قلب نے محسوس کی مجھے بہت محبت اور ایمان میں زیادتی ہوئی۔ اسیطرح مولوی شیر علی صاحب کی سادہ مزاجی پر نہایت مسرت حاصل ہوئی کہ مسلمان ایسے ہونے چاہئیں کیا کوئی ہے جو اس واقعہ سے نصیحت پکڑ کر اپنے اندر اخلاق کا وہ نمونہ پیدا کرے جو اُوپر مذکور ہوا۔ حضرت صاحب تو انبیاء کے اخلاق اپنے اندر رکھتے ہی تھے مگر مولوی شیر علی صاحب نے بھی آپ کے قدم بقدم بے نفسی اور اپنے بھائی پر اعتبار کا نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح کے اوصاف نصیب کرے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس کا رنگ ڈھنگ

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کے قلم سے

ایک میں ہی تو نہیں تھا تیری مجلس کا شیدا!
جسکو میں دیکھتا تھا وہی تھا تیری مجلس کا شیدا!

اللہ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کیسی خدا نما مجلس تھی جسکے دیکھنے کے لئے ہر عشاق الٰہی کا دل ہر وقت آرزو میں ہی لگا رہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائیں اور حضور کی باتیں سُنیں آپکی باتیں کیا ہوتی تھیں وہ خدائے قدوس کی محبت دل میں پیدا کرنے والی ہوتی تھیں اور محبت الٰہی کے جذبات کو ابھارنے والی ہوتی تھیں اور دُنیا کی محبت کو ایسی سرد کر دینے والی ہوتی تھیں جیسے آگ کو پانی سرد کرتا ہے یہ حال تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کا جس نے بھی حضور انور کی مجلس کو دیکھ لیا تھا وہی حضور انور کو جان سکتا ہے کہ کیسی خدا نما مجلس آپکی مجلس ہوتی تھی۔ دنیا کی لذیذ چیزوں میں وہ مزا ہی نہیں تھا جو میرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں سے مزا آتا تھا۔ اور میری اپنی کیفیت تو یہ ہوتی تھی کہ گویا میں اپنے آقائے نامدار آنحضرت صلعم کی مجلس میں بیٹھا ہوں اور آپکے لب شیریں کی باتیں سُن رہا ہوں۔ آپکی مجلس سے آنحضرت صلعم کی مجلس کی یاد آجاتی تھی۔ آنحضرت صلعم کے اخلاق کا جلوہ آنکھوں کے آگے آجاتا تھا جیسے ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نئے سے نئے مہمان کی عزت و توقیر کرتے تھے ایسے ہی ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی نئے سے نئے مہمان کی عزت و توقیر کرتے تھے الغرض آنحضرت صلعم کے کامل اخلاق کا اظہار آپکے اخلاق سے ظاہر ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عادت تھی جب کوئی مہمان آتا تھا اور آپ سے ملتا تھا تو آپکو ایسی خوشی ہوتی تھی جیسے ماں کو گم شدہ بیٹے کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے آپ بار بار اپنے مہمان سے پوچھتے اور یہ فرماتے۔ آپ کو اگر کسی چیز سے پرہیز ہو تو آپ بے تکلف فرما دیں کہ یہ چیز ہو یہ نہ ہو یہانتک حقہ کے متعلق بھی فرماتے اگر آپکو عادت ہو تو مہمانخانہ کے محافظ کو کہہ کر منگوالیں۔ آپ کوئی تکلیف برداشت نہ کریں حالانکہ حقہ کو آپ بہت ہی مکروہ اور لغو قرار دیتے تھے ایکدفعہ کا ذکر ہے سہارنپور سے ایک شخص آیا اور آپ سے اس کی ملاقات کی اور باتیں شروع ہو گئیں۔ باتوں باتوں میں اُس نے شدت لہجہ سے گستاخانہ باتیں بولنی شروع کر دیں اور ایسا غصہ میں بھر کر منہ سے کہتا کچھ تھا نکلتا کچھ تھا مگر حضرت صاحب نہایت حلیمی اور بُردباری سے اسکو بار بار مولانا مولانا۔ آپکو غصہ کیوں آگیا۔ میں نے تو کوئی بات غصہ والی نہیں کہی۔ حضرت صاحب نے فوراً فرمایا مہمان کی عزت کا حکم ہے نہ کہ اسکی ذلت کا۔ یہ تو میرے مہمان ہیں۔ جب میں سُن رہا ہوں تم بھی سُنو جب مہمان نے آپکی گفتگو سُنی۔ خاموش ہو گئے (باقی پھر)

---

۱۴ و ۲۱ نومبر کا پرچہ

احباب کرام کو واضح ہو کہ الحکم ۱۴۔ نومبر و ۲۱ نومبر کا پرچہ ۲۱ نومبر کو اکٹھا شائع ہو گا۔

یہ پرچہ پورے سولہ (۱۶) صفحات کا ہو گا۔ یعنی صفحات کے لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہو گی۔

پرچہ کو اکٹھا کرنے کا اصل باعث بعض ایسے مضامین ہیں جن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شائع کرنے سے مضامین کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ اسلئے ان کو یکجائی طور پر شائع کرنے کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی۔

اس کے بعد اگلا پرچہ ۲۸ نومبر کو حسب معمول شائع ہو گا۔

(محمود احمد عرفانی)

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

مجلس مشاورت پر ایک نظر

(۲)

جادو بھری آواز

میں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک انبوہ ہے اور ایک بھیڑ ہے وہ سب کے سب ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں اور سب کے سب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تا وہ اس شخص کے قریب ہوسکیں جو اس زمانے کے لئے کونے کا پتھر اور سکون ہے۔ جو خدا نما ہے اور الٰہی تجلیات کا آئینہ ہے میں نے اسکی آواز میں جادو دیکھا اور دیکھا کہ وہ آواز کان کے پردوں سے گزر کر جسم انسانی میں سرایت کرتی جاتی ہے اور اسکی آواز کے اتار چڑھاؤ کے نغمات میں ایک ایسا سرور اور کیفیت ہے کہ انسان کو متوالا اور مدہوش بنا دیتا ہے۔ میں نے اس سے کرشن کی بانسری کا اندازہ لگایا۔ کہ وہ کسطرح ساٹھ ہزار گوپیوں میں محبت کی لہر پیدا کرتی تھی۔ اور وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر کرشن کی محبت میں متوالی ہو کر باہر نکل آتی تھیں آج میں بھی ان میں سے ایک تھا جو اس محبوب کی ہر ادا کا شکار تھا۔ میں نے اسکی آواز سُنی۔ وہ میرے اور میرے ساتھ بیٹھنے والوں کے جسم سے یوں اُترتی جاتی تھی جیسے سمندر میں لہریں اپنے حلقوں کو وسیع کرتی ہوئیں سمندر کے اندر تک بڑھتی چلی جاتی ہیں وہ آواز ایک ایسی تاثیر رکھتی تھی کہ دل میں آتا تھا کہ سب کچھ بیچ کر اسس وجود کی ایک آواز پر قربان کردوں اور پھر کہوں ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

(۳)

ایک لاکھ قرضہ اور ایک لاکھ چندہ خاص

میں نے اسس مجلس میں استغنا کا ایک عجیب منظر دیکھا۔ محبت اور الفت کی زنجیروں میں بندھے ہوئے شیدائی ایک مکان میں جمع تھے اور اسس محبوب کی رضا کو خریدنے کے لئے بڑھ بڑھ کر بولی دے رہے تھے۔ سب نے مل کر ایک آواز لگائی۔ تیری منشاء کے لئے ان قربانیوں کے سوا جو آج تو نے مانگی ہیں ہم دو لاکھ پیش کرتے ہیں۔ فدا کاران محبت اسس آواز کے بعد ہمہ تن منتظر ہوتے کہ بارگاہ خلافت سے کیا جواب ملتا ہے۔

سننے والوں نے سُنا کہ ایک آواز بلند ہوئی کہ اکثریت دو لاکھ کے حق میں ہے جکی تفصیل یہ ہے ایک لاکھ قرضہ اور ایک لاکھ چندہ خاص۔ مگر میں اس کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرضہ کی تجویز تو میں منظور کرتا ہوں مگر چندہ خاص کی نہیں۔

میں نے جب یہ سُنا۔ میرے جسم پر ایک حیرانی کا دریا اُمنڈ آیا۔ میری نظر کے سامنے وہ لوگ آگئے جن کو لوگ لیڈر لیڈر کہتے ہیں اور وہ دس دس روپے کے لئے قوموں میں خون خرابے کرا دیتے ہیں۔ کبھی رعایا کو راعی سے اور کبھی بھائی کو بھائی سے لڑاتے ہیں تا کہ چند روپوں کی شکل دیکھ سکیں۔ میرے سامنے سینما کے پردے کیطرح ان لیڈروں کی شکلیں پھرنے لگیں اور میں انکی تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرنے لگا۔ کہ اس حالت میں مجھے یہ نورانی انسان نظر آیا۔ ایک قوم اسکے پاؤں پر سونے چاندی کا ایک انبار رکھنا چاہتی ہے۔ مگر وہ اسس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے اس مال کی ضرورت نہیں۔ میں نے دنیا کی قوموں پر نظر ڈالی کہ کیا کوئی قوم آج خدا کے نام پر ایسی قربانی کرنے والی ہے یا نہیں۔ میرے علم اور شعور نے کہا کہ **نہیں کوئی قوم نہیں** ۔ میں نے پھر ایک نظر ڈالی اور دیکھا کہ آج دنیا میں ایسا کوئی امام ہے یا نہیں میں نے دنیا کا کونہ کونہ چھان مارا مگر مجھے کوئی امام نظر نہ آیا تب میں ایک ایمان کی چٹان پر کھڑا ہو گیا اور میں نے نعرہ لگایا۔ فلیبچی الامام فلتبچی الاُمّۃ۔

(۴)

مالی مشکلات کا حل

قوم کے نمائندے مشرق و مغرب سے آئے۔ شمال وجنوب سے آئے۔ تا کہ قوم کی مالی مشکلات کا حل سوچیں سب کی نظریں ایک راہنما کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں وہ کسطرح رہنمائی کرتا ہے وہ کھڑا ہوا۔ اسکے ساتھ لوگوں کے دل کھڑے ہو گئے آنکھیں اس چہرے پر گڑ گئیں اور ہر شخص ہمہ تن گوش ہو گیا۔ اس نے کہا کہ آؤ سب سے پہلے خدا تعالےٰ کے حضور جھک جائیں اور اسی سے مدد مانگیں کہ وہ ساری ظلمات کو چاک چاک کر دے اور نور کے سُورج ہم پر چڑھا دے۔ وہ خود ہماری رہنمائی فرمائے اس لئے کہ وہی سب کچھ ہے اور ہم کچھ بھی نہیں۔

یہ کہنا تھا کہ ہاتھ بلند ہوئے۔ آنکھیں پرنم ہو گئیں آہیں اور تضرع کی چیخیں خود بخود آسمان کو چڑھنے لگیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ہر ایک شخص نے اس وقت اپنا تعلق زمین سے قطع کر لیا۔ اور آسمان سے جوڑ لیا۔ زمین بقعۂ نور بن گئی۔ خدا کے نبی کا خلیفہ اور جانشین اپنے خادموں کو لیکر آستانہ الوہیت پر گڑگڑا رہا تھا۔ میرے ہاتھ بلند تھے۔ میری زبان آمین آمین کہہ رہی تھی۔ میرا دل خشوع خضوع سے لبریز تھا مگر میرے دماغ نے یکدم ایک جست لگائی اور دنیا میں پرواز کرنے لگا۔ اسس نے عالم تخیل میں جھانکا اور دنیا کے اقوام کے متعلق غور کیا کہ کیا آج کوئی قوم ایسی ہے جس کا ہر ایک کام خدا کیلئے ہو۔ خدا کے سامنے ہو۔ خدا سے ہو۔ اور خدا میں ہو۔ میری نظر دماغ کے ساتھ ملکر کام کرنے لگی۔ میں نے اسس دنیا کے آسمان پر پرواز کی۔ میں عیسائیت کے مرکز کی طرف گیا۔ میں نے یہودیت کے معابد کو چھان مارا۔ میں نے بدھ ازم کی سوسائٹیوں کیطرف دھیان کیا۔ میں نے ہندو ازم کے مندروں میں تلاش کی۔ میں نے مسلمانوں کے لیڈروں اور رہنماؤں کی مجلسوں کو دیکھا مجھے کہیں خدا جلوہ گر نظر نہ آیا۔ اور کسی کو اسس طرح آستانہ احدیت پر جھکتے اور گڑگڑاتے نہ دیکھا۔ آج بھی اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ کہنے والے نظر آئے۔ پھر مرغ کی اذان سے قبل تین بار لعنت بھیجنے والے کی طرح اپنے ایمان پر ظلمت کی چادر اوڑھنے والے نظر آئے۔ مجھے ہر گھر میں نفسانیت کا بت بیٹھا نظر آیا کہیں علم و دانش پر گھمنڈ کہیں تدابیر اور تجاویز پر ناز۔ کہیں قوت و بازو۔ دولت و شوکت پر غرور۔ الغرض مجھے کوئی خالص آستانہ الوہیت سوائے اسس مقام کے نظر نہ آیا۔ مجھے اس حالت نے وارفتہ بنا دیا۔ اور مجھے یہ دنیا سومنات کا مندر نظر آئی۔ مجھے اسمیں ایک محمود نظر آیا جو اپنی فوجوں کیساتھ اس بت خانہ میں گھسا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہر دل کا بُت توڑتا ہے۔ اور خانہ دل کو خالی کر کے اسس میں خدا کا تخت بچھا دیتا ہے تب اس دل میں ایک نُور اُترتا ہے اور وہ انسان پاک صاف ہو کر صرف خدا کے حضور گر جاتا ہے میں نے آج کے دن سینکڑوں دلوں کو لرزتے ہوئے۔ کانپتے ہوئے۔ خدا تعالےٰ کی عبودیت کا اقرار کرتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ چلا چلا کر پکار پکار کہہ رہے تھے کہ اے خدا تو ہی ہماری مشکلات کو حل فرما۔ اور ہماری سچی رہنمائی کر۔ ہمارے خانۂ دل میں آ اور ہم کو روشنی کر دے۔ جس نے اس نظارہ کو دیکھا اور کہا کہ یہ قوم دُنیا پر چھا کر رہے گی۔ اسس لئے کہ یہ قوم خدا کی قوم ہے۔

بقایا دار بقایا ادا فرما کر مشکور فرماویں

کلکتہ سے قادیان تک پیادہ پا

شوق و محبت کی داستان۔ پُرخطر جنگلوں کا سفر۔ درندہ صفت انسانوں سے واسطہ

ایک احمدی سیّاح کی ڈائری

کچھ عرصہ ہوا کہ روزنامہ "الفضل" میں برادرم احسن اللہ صاحب شکدار بنگالی کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وہ کلکتہ سے پاپیادہ قادیان آئے ہیں۔ جب میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ اپنے حالات "الحکم" کے لئے لکھا دیں تا کہ سلسلہ کی تبلیغ کا جوش رکھنے والوں کے لئے یہ حالات مشعل راہ بن سکیں۔ اور ان کو معلوم ہو سکے کہ اگر کوئی شخص قادیان سے کلکتہ تک پیدل تبلیغ کے لئے نکلنا چاہے تو اسکو کن کن راستوں سے اور کیسے کیسے راستوں سے گزرنا ہوگا۔ لوگوں سے اسے کس سلوک کی توقع ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ خود آپ کے سفر کے حالات بھی محفوظ ہو جائیں گے انہوں نے میری اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے دفتر الحکم کو اپنے سفر کی ڈائری لکھوا دی یہ ڈائری جہاں ان کے ولولہ شوق کا اظہار کرتی ہے وہاں اس قسم کا سفر کرنے والوں کے لئے قیمتی معلومات کا ذخیرہ بھی ہے۔

برادرم احسن اللہ صاحب احمدیت کا شوق لیکر آئے اور قادیان آتے ہی حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخل سلسلہ ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ انکی عقیدت و محبت میں مزید ترقی دے اور سلسلہ کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کی توفیق دے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

احمدیت کا علم مجھے ۱۹۳۳ء میں ایک احمدی دوست ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری سے ہوا جبکہ میں اور وہ برما میں مقیم تھے اس وقت میرا خیال قادیان آنے کا نہ تھا مگر ۱۹۳۶ء میں میری طبیعت میں ایک انقلاب واقع ہوا اور میں نے قادیان آنے کا عزم کر لیا۔ اس عزم کو لیکر میں برما سے کلکتہ کی طرف بذریعہ جہاز چل پڑا۔ میری حالت ایسی تھی کہ میں صرف کلکتہ تک ہی آ سکتا تھا۔ اس سے آگے آنے کے لئے میرے پاس ایک پائی نہ تھی اور نہ ہی قوت لایموت کا کوئی سامان تھا مگر ایک عزم اور ایک جوش میرے سینے میں موجزن تھا جو ہر وقت مجھے سفر کے لئے مجبور کر رہا تھا۔ آخر یکم جون ۱۹۳۶ء کو فجر کی نماز کے وقت میں قادیان کو پیادہ پا روانہ ہو پڑا۔ سفر کے متعلق مجھے کوئی خاص معلومات نہ تھے ہاں اس قدر جانتا تھا کہ کلکتہ سے پشاور تک گرانڈ ٹرنک روڈ آتی ہے اسکے ذریعہ سے میں لاہور تک پہنچ سکتا ہوں۔ نیز مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ قادیان میں بھی ریلوے اسٹیشن ہے جسکے لئے مجھے بٹالہ سے گاڑی بدلنی پڑے گی۔ بٹالہ کا نام میں نے اس سے قبل بھی سُنا ہوا تھا یہ میری معلومات کا کل ذخیرہ تھا۔

قادیان کو

میں یکم جون کو صبح صادق کے طلوع کے ساتھ نماز فجر ادا کرکے اللہ کا نام لیکر گرانڈ ٹرنک روڈ سے روانہ ہو پڑا۔ صبح کا چلا ہوا ۱۱ بجے میں سری رامپور پہنچا میں بھوک سے بیقرار ہو رہا تھا سفر کی تکان نے مجھے چور کر رکھا تھا۔ اور میرے پاس کھانے کے لئے کوئی پیسہ نہ تھا بھیک مانگنے کو طبیعت نہ چاہتی تھی میں نے اپنے گلے سے گلوبند یعنی مفلر اتارا اور اسے فروخت کر دیا اور ان پیسوں سے ایک ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھا لیا۔ اتنا سستانے اور کھانا کھانے سے پھر ایک تازگی آ گئی اور میں پھر خدا کا نام لیکر چل پڑا۔

ابھی تھوڑی ہی دُور آیا تھا کہ ایک ہندو نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی کلکتہ سے بردوان پیدل آ رہے تھے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ صاحب حصول ملازمت کے لئے کلکتہ آئے تھے مگر انکی تمام مساعی ناکام ثابت ہوئیں انکے پاس جو روپیہ تھا وہ ختم ہو گیا اور اب وہ واپس بردوان کو جا رہے تھے۔ مجھے انکے ملنے سے خوشی ہوئی کہ چلو بردوان تک ایک ساتھی مل گیا اس سے کچھ تقویت سی ہو گئی۔ الغرض ہم دونو پیادہ پا چلتے رہے اور شام کو چندر نگر جو کلکتہ سے ۲۱ میل کے فاصلے پر ہے پہنچ گئے۔ چندر نگر میں فرانسیسی عملداری ہے۔ یہاں پہنچکر وہ ہندو دوست کسی مندر میں چلا گیا اور میں ایک مسجد میں جا کر پڑ رہا اس مسجد میں مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ تکان کیوجہ سے نیند بھی خوب آئی۔

دوسرے دن

۲ر جون ۳۶ء کو صبح اٹھ کر ہم دونو دوست پھر منزل مقصود کے لئے چل پڑے اور تمام دن ہم چلتے رہے اور شام کے قریب پنڈوا میں پہنچے۔ اسلامی سلطنت کے وقت یہ جگہ حکومت بنگالہ کے ماتحت تھی۔ آج کی منزل میں میں کلکتہ سے ۴۱ میل دُور ہو چکا تھا۔ اور اپنی منزل مقصود سے اتنا ہی قریب۔ اس جگہ میں دو مسجدوں میں گیا مگر ان مساجد میں رہنے کا انتظام نہ ہو سکا۔ آخر تیسری مسجد کے برآمدے میں رات گذاری۔ یہاں مساجد اتنی گندی حالت میں تھیں کہ بدبو سے ناک پھٹی جاتی تھی۔ اور انکے اندر جانا مشکل ہو رہا تھا۔ میں دن بھر کا تھکا ماندہ تھا اور خالی پیٹ تھا کھانے کا کوئی سامان نہ تھا مسجد میں پڑا ہوا خدا سے دعا کر رہا تھا کہ ۱۱ بجے شب کو ایک مسلمان سے ملاقات ہوئی وہ میرے لئے اپنے گھر سے کھانا لایا جو میں نے پیٹ بھر کر کھایا کیونکہ میں سفر کے علاوہ دن بھر کا بھوکا بھی تھا۔

۳ جون

صبح کو اٹھ کر حسب معمول ہم دونو ساتھی پھر روانہ ہوئے اور تمام دن چلتے رہے شام کو ہم سکھ پورہ میں پہنچے جو کلکتہ سے ۶۲ میل دُور تھا۔ یہاں پہنچکر وہ ہندو دوست تو مندر میں چلا گیا۔ اور میں مسجد میں آ گیا مجھے مسجد میں بیٹھے ہوئے ابھی ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ مسجد مسافر کے رہنے کے لئے نہیں میں نے اُسے بہت کچھ کہا اور کوشش کی کہ مجھے ٹھہرنے دیا جائے۔ مگر اس نے مجھے رہنے نہ دیا اور میری مسافرت پر ذرا رحم نہ کیا۔ مجبوراً وہاں سے نکلنا پڑا۔ اور میں ایک دوسری مسجد میں چلا آیا۔ یہاں بھی ایک شخص مغرب کے بعد آیا جو مسجد کا پیش امام معلوم ہوتا تھا۔ وہ میرے لئے پنڈوا کیطرح گیارہ بجے کھانا لایا۔ آج بھی مجھے دن کو کھانا نہیں ملا تھا۔

بردوان

صبح ہوئی پھر وہی سفر مگر آج ہم بردوان کے قریب تھے ۹ بجے ہم وہاں پہنچ گئے۔ یہاں اس دوست نے ٹھہر جانا تھا۔ مجھے اسکی جدائی سے صدمہ ہوا۔ تین دن وہ میرا رفیق الطریق رہا۔ مجھے اس سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ کیونکہ اسکی وجہ سے مجھے آرام ملا۔ اسے مندر سے جو کچھ کھانے کو ملتا وہ اس میں سے بچا کر میرے لئے بھی لایا کرتا تھا۔ نیز اسکے پاس اڑھائی آنے کے پیسے بھی تھے۔ ان پیسوں میں سے وہ خود بھی اور مجھے بھی صبح کو ناشتہ کرایا کرتا تھا۔ وہ ہندو تھا مگر اسکی نیکی نے میرے دل پر اثر کیا اور میں آج بھی اسکی جدائی کے صدمے کو محسوس کرتا ہوں۔

القصہ

وہ تو بردوان رہ گئے اور میں آگے چل پڑا شام کو پونٹی بی میں پہنچا۔ یہ جگہ کلکتہ سے ۸۶ میل ہے یہاں کی مسجد میں نمازی آتے تھے۔ میں نے اس جگہ رات آرام سے گذاری۔ ۵ر جون کو گوپی ناتھ پور آیا۔ یہ جگہ کلکتہ سے ۱۱۰ میل ہے۔ ۶ر جون کو آسنسول

اسلامی دنیا

شامیوں کی قربانیاں آخر رنگ لائیں

جنگ عظیم کے بعد انگلستان و فرانس نے ٹرکی سے چھینے ہوئے مقبوضات کو تقسیم کر لیا۔ عراق ۔ مشرق اردن ۔ فلسطین انگریزوں کو ملے اور شام فرانسیسیوں کے قبضے میں آیا۔ فرانسیسیوں کی حکومت کو شامی لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔

اس منافرت کے اسباب میں کسی آئندہ اشاعت میں بیان کروں گا۔ یہاں اس قدر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت فرانس نے شامیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جیسے بعض لوگ گائے کے بچے کے منہ پر جالی باندھ کر اسے پاس کھڑا کر دیتے ہیں اور وہ تھنوں پر منہ تو مارتا ہے مگر اسکے منہ میں ایک قطرہ دودھ کا نہیں جاتا۔ اور دودھ گائے کا مالک حاصل کر لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح فرانس کی استعماری حکومت نے ہر ممکن طریق سے شام کی ثروت کو نچوڑ لیا۔ اور اہل شام کو کنگال کر دیا۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے انکی ذلت کا مکمل سامان کیا۔ اور ہر طرح سے ذلیل و خوار کیا۔ اہل شام ان ذلتوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ بالآخر وہ پوری طاقت سے حکومت کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ایک جنگ جو حرب دروز کے نام سے مشہور ہے ۱۹۲۶-۲۵ء میں کی۔ اہل شام نے بہادرانہ طور پر اس جنگ میں قربانیاں کیں اور تمام ارض شام کو اپنے خون سے رنگ دیا۔ فرانسیسی حکومت کے عدم تدبر نے عام سپاہیوں کے علاوہ سینکڑوں فوج کے افسر قتل کرا دئے اور لاکھوں پونڈوں کا نقصان ہوا۔

ایک لمبی جنگ کے بعد جبکہ شام کے بہادروں کے پاس نہ گولی رہی اور نہ بارود رہا۔ وہ مجبوراً اس جنگ سے رک گئے۔

حکومت نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور ملک کے عام لوگوں پر بڑے بڑے ٹیکس لگا دیئے اور ان سے بندوقوں کی ایک مقررہ تعداد کا مطالبہ کیا۔ ان ٹیکسوں اور پھر انکی وصولیوں کے نامناسب طریقوں نے اہل ملک کے دل پر مزید زخم لگائے۔ اور منافرت کی ایک بڑی خلیج پیدا کر دی۔

نامی گرامی لیڈروں کو اس وقت بے دست و پا ہو کر ادھر ادھر بھاگنا پڑا۔ حکومت کے تمام کارندے اپنی پوری کوشش کے باوجود کسی کو گرفتار نہ کر سکے اور وہ لیڈر پہاڑوں اور جنگلوں میں پناہ گزیں ہوتے ہوئے دوسرے ملکوں میں نکل گئے۔

حکومت فرانس کا خیال تھا کہ اس طریق سے یہ فتنہ مٹ جائے گا۔ مگر شامی سورما اندر ہی اندر حکومت کی جڑوں کو کھوکھلا کرتے رہے اور وہ تمام لیڈر بھی بدستور کام کرتے رہے آخر ایک لمبے عرصے کے بعد جبکہ حکومت نے مختلف طریقوں سے حکومت کر کے دیکھ لی اور جان لیا کہ وہ کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تب انہوں نے شام کو آزادی دینے کا اعلان کر دیا اور اس طرح وہ قربانیاں جو گذشتہ سالوں میں کی گئی تھیں اپنا رنگ لائیں۔

شام کا بادشاہ کون ہو؟

اب اہل شام کے سامنے یہ مسئلہ پیچیدہ ہو رہا ہے کہ شام کا بادشاہ کسے بنایا جائے۔

شامی لوگ عرب ہیں وہ ایک عرب حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں شاہ فیصل کی زندگی میں شامی عربوں کی یہ تمنا ہے کہ شاہ فیصل کو عراق عرب کے علاوہ شام کا بادشاہ بھی بنا دیا جائے اسلئے کہ فیصل ہی وہ شخص تھا جس نے عربوں میں بیداری کا جذبہ پیدا کیا تھا۔ ملک فیصل دن رات جنگوں میں رہا۔ اور اس نے عرب کی سلطنت کے قیام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور تمام عرب اس بیداری کے لئے جو آج عربی ملک میں نظر آتی ہے ملک شریف حسین اور ملک فیصل کے رہین منت ہیں۔ اس لئے انکی نظر اس پر جمی ہوئی تھی، مگر موت نے فیصل کو مہلت نہ دی۔ ملک فیصل کے بعد ملک علی بھی عربوں کی نگاہ میں ایک بہت بڑا وقیع انسان تھا۔

ملک شریف حسین کے بیٹوں میں سے اب صرف دو باقی ہیں ایک امیر عبد اللہ والئے مشرق اردن دوسرے امیر زید۔ اگرچہ شام میں اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو امیر عبد اللہ کا نام اس نئی حکومت کے لئے تجویز کرتے مگر میں جانتا ہوں کہ ملک کے منتظمین اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے خون اور اپنے لخت جگروں کے خونوں کی قربانیاں پیش کی ہیں وہ یقیناً ایک خالص شامی النسل مجاہد کو اپنا بادشاہ یا رئیس جمہوریہ بنانا پسند کریں گے۔ اور اس طرح مجھے یقین ہے کہ وہ آواز جو شریف عبد اللہ کے متعلق ہے دب جائے گی۔

اس میں شک نہیں کہ تمام عرب اب بھی شریف کے خاندان کا احترام کرتے ہیں۔ مگر جو حالات ملک فیصل کے لئے سازگار تھے وہ امیر عبد اللہ کے لئے نہیں۔ اس لئے جہاں تک میں شام کے حالات سے واقف ہوں۔ شام کے وطن پرست یقیناً اس بات پر متفق نہ ہونگے کہ امیر عبد اللہ کو بادشاہ تجویز کریں۔

(باقی آئندہ)

اعلان

صدر آل انڈیا نیشنل لیگ کا ضروری

لیگ کی مالی حالت مضبوط بناؤ تا کہ وہ موثر قدم اٹھا سکے

نیشنل لیگ کیطرف سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ انہیں مناسب لٹریچر مہیا کیا جائے اور پروگرام کی تفاصیل سے آگاہ کیا جائے۔ لیگیں طبعاً بے تاب ہیں اور بعض احباب مجھ سے گلہ کرتے ہیں کہ ان کی خواہش کے مطابق جلدی کام نہیں کیا گیا۔ یہ جذبہ نہایت ہی قابل قدر ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے اندر کام کرنے کے لئے بیحد جوش ہے۔ اور صرف طریق کار کے پیش ہونے کی ضرورت ہے۔ پروگرام کی پہلی قسط لیگوں کو بھیجی جا چکی ہے۔ ضرورت ہے کہ پوری تندہی سے اس پر عمل کیا جائے۔ مرکزی لیگ مناسب لٹریچر اور تفصیل پروگرام پیش کرنا چاہتی ہے لیکن مالی تنگی راستہ میں روک ہے اگر لیگیں مجوزہ رقوم ہمیں بھجواتی رہتیں تو یہ صورت پیش نہ آتی۔ احباب کرام شاید یہ محسوس نہیں کرتے کہ تھوڑی تھوڑی رقم بھی جمع ہو کر ہمیں اس قابل بنا سکتی ہے کہ ایسی خدمات سرانجام دیں جن سے سلسلہ کی عظمت میں اضافہ ہو۔ معاندین سلسلہ کے حوصلے پست ہوں۔ ملک کی فضا صاف ہو۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو۔ اب ضرورت ہے کہ پروگرام کو فوری طور پر حرکت میں لایا جائے۔ مجوزہ رقوم بھیجنے کیطرف لیگیں متوجہ ہوں۔ لیکن فوراً ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے لیگوں کو عام دعوت دیتا ہوں کہ انشراح صدر کیساتھ جتنی رقوم بھی عطیہ کے طور پر بھیج سکیں بھجوا دیں اور کوئی فرد اس بات سے نہ شرمائے کہ قلیل رقم ہے۔ اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے۔ خلوص سے بھیجی ہوئی تھوڑی رقم بھی ہمارے لئے بہت بابرکت ہوگی۔ مرکزی لیگ کیطرف سے اگر جلد جلد لٹریچر شائع نہ ہوا۔ تفاصیل کے ساتھ پروگرام پیش نہ کیا گیا اور اس پروگرام پر چلانے میں ہر ممکن امداد مرکزی لیگ کیطرف سے اگر نہ ہوئی تو اسکی ذمہ داری تحت لیگوں پر ہوگی۔ [illegible] موجود ہے لیکن مالی تنگی راستہ میں

انجمن دیہات سدھار اٹھوال کا دوسرا سالانہ جلسہ

مورخہ ۲۰ - ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۶ کو زیر صدارت جناب میاں نثار احمد صاحب بی۔ اے۔ ڈپٹی۔ آئی مدارس سب ڈویژن گورداسپور منعقد ہوا۔ خاکسار نے مندرجہ ذیل رپورٹ کارگزاری انجمن ہذا پڑھی۔ جناب زراعت انسپکٹر صاحب گورداسپور نے عمدہ بیج اور فصلوں کی بیماریوں وغیرہ کے انسداد کے متعلق تقریر کی جو کہ ½۱ گھنٹہ جاری رہی۔ صاحب صدر نے کسان کی ذلت کے اسباب کے موضوع پر نہایت عمدہ پیرایہ میں تقریر فرمائی۔ لوئر مڈل سکول اور وڈالہ بانگر کی پروپیگنڈا پارٹیوں نے گاؤں کی گشت کر کے جلسہ کو رونق بخشی۔ جلسہ کے خاتمہ پر ہر کمیٹی کیطرف سے انعامات تقسیم کئے گئے۔ اور ان احباب کا شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے جلسہ کے اہتمام میں امداد کی۔

رپورٹ کارگزاری جو خاکسار نے پڑھی مندرجہ ذیل

یہ انجمن مورخہ ۲۵-۹-۳۵ کو قائم ہوئی۔ اور چونکہ یہاں کے لوگ احمدیہ جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے کیوجہ سے ایک منظم حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کی ہر تحریک کے ساتھ یہ ہمیشہ تعاون کرتے رہے ہیں۔ جس کے ثبوت میں گورنمنٹ کی چٹھیاں پیش کرتا ہوں انجمن ہذا نے عرصہ زیر رپورٹ میں مندرجہ ذیل مفید کام کئے۔ جن کی اطلاع باقاعدہ افسران متعلقہ کی خدمت میں ماہواری رپورٹ میں بھیجی جاتی رہی ہے۔

(۱) تعلیم کے لئے یہاں مردانہ و زنانہ سکول پہلے سے ہی موجود ہیں جو کہ صحیح طور پر یہاں کی پبلک کی خدمت کر رہے ہیں۔ اب دیہات سدھار کی تحریک کے ماتحت سکول بالغاں بھی جاری کیا گیا ہے جس میں ۲۷ بالغاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان میں تعلیم حاصل کرنے کی سچی تڑپ اور محبت پائی جاتی ہے چنانچہ انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں نمایاں ترقی حاصل کر کے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور ناظر صاحب تعلیم و تربیت کی طرف سے جو خراج تحسین حاصل کیا ہے وہ قابل صد فخر ہے۔ اگر ممبران انتظامیہ اور دوسرے بارسوخ احباب کا تعاون میرے ساتھ رہا اور محکمہ تعلیم نے بھی میری حوصلہ افزائی کی تو میری یہ کوشش ہے کہ اس گاؤں میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہے جو تعلیم سے بے بہرہ ہو۔ اے خدا! تو میری اس کوشش اور خواہش کو بارآور بنا اور میری اس دُعا کو جو دل کی گہرائیوں سے نکلی ہے شرف قبولیت بخش۔

(۲) زمینداروں کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس چھوٹے سے گاؤں میں تین بنک جاری ہیں جو کہ تسلی بخش خدمات سرانجام دے رہے ہیں ساہوکاروں کے ساتھ کسی قسم کا لین دین نہیں ہے علاوہ ازیں ایک اور بنک کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس کے اجراء کے لئے درخواست کی گئی ہے اُمید ہے کہ محکمہ متعلقہ اس ضرورت کو پورا کر دیگا۔

(۳) انتقال اراضی کے لئے زبردست جد و جہد جاری ہے۔ جسکے لئے مبلغ -/۶۹ فیس محکمہ متعلقہ کے حوالے کر دی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ بقایا رقم بھی عنقریب داخل ہو جانے کے بعد یہ مفید کام بھی ہو جائیگا۔

(۴) صحت عامہ کے لئے چیچک کا ٹیکہ کرایا گیا۔ گھروں میں روشندان لگوائے گئے۔ گاؤں کی روڑیاں باہر گڑھوں میں ڈلوائی گئیں۔ گندے جوہڑ پر کر دیئے گئے۔ کنوؤں کو صاف کرا کر ان میں پوٹا سیم پرمینگنیٹ دوائی ڈلوائی گئی۔ خاکسار اپنے خرچ پر زنکلوشن مہیا کر کے بیمار آنکھوں کا علاج کرتا رہا۔ عرصہ زیر رپورٹ میں تین دفعہ آوارہ کتے مروائے گئے۔ تاپ بھس کے معالج ڈاکٹروں کی مدد کر کے لوگوں کو دوائی پلائی گئی دو دفعہ مویشیوں کو ٹیکہ کروایا گیا۔ ۴۴

نمبر وصیت ۶۰۴۹

منکہ بوٹے خاں ولد جلال الدین خاں قوم راجپوت پیشہ زراعت عمر تخمیناً ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۳ء ساکن مہٹیانہ ڈاک خانہ خاص راجپور تحصیل و ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴-۶-۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے ہمارے دو مکان مشترکہ بمالیت اڑھائی صد روپے کے ہیں جن کے میں تیسرے حصے کا مالک ہوں اور زرعی زمین موازی گیارہ کنال قیمتی پانچ صد روپیہ۔ تنخواہ نمبرداری ساٹھ روپے پنشن از محکمہ فوج پانچ روپے ماہوار اس کا ⅒ حصہ باقاعدہ ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر جس قدر میرا ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کردوں تو اسقدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد

بوٹے خاں ولد جلال الدین خان قوم راجپوت ساکن مہٹیانہ۔ ضلع ہوشیارپور

گواہ شد　گواہ شد

عبد العزیز مولوی فاضل ڈی ٹی ہائی سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ　شیخ محمد سکرٹری جماعت احمدیہ ہرال چکلانہ۔ بقلم خود

نمبر وصیت ۶۰۴۸

منکہ اللہ داد ولد قطب الدین قوم گوجر گوت کھٹانہ پیشہ کاشتکاری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۳ ماہ جون ۱۹۰۳ء ساکن ماجرا متصل دیوتا ڈاک خانہ دیوتا تحصیل و ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ ماہ جون ۱۹۳۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرے مرنے کے وقت جس قدر جائداد میری ثابت ہو اسکے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ اراضی مزارعہ ۲۰ بیگہ بارانی واقعہ رقبہ موضع ماجرا جسکی قیمت تخمیناً ۴۰۰ روپیہ اور ایک مکان خام ۶ مرلہ کا جسکی قیمت تخمیناً ۶۰ روپیہ ہے کل میزان ۴۶۰ روپیہ ہے اگر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد میرے مرنے پر ثابت ہو تو اسکے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد

اللہ داد ولد قطب الدین قوم گوجر گوت کھٹانہ

گواہ شد　گواہ شد

حکیم محمد قاسم قریشی پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ لالہ موسےٰ　شاہ محمد گوجر کھٹانہ سکنہ ماجرا

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر و پبلشر مہتمم دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا